جناب وحید الدین خان

عقیدۂ آخرت

اخلاقی اور کائناتی تقاضے

اب اخلاقی تقاضے کو لیجیے۔ اس حیثیت سے جب ہم دیکھتے ہیں تو دنیا کے حالات شدید طور پر اس بات کا تقاضا کرتے ہیں، کہ اس کی ایک آخرت ہو۔ اس کے بغیر ساری تاریخ بالکل بے معنی معلوم ہوتی ہے۔

یہ ہمارا ایک فطری احساس ہے۔ کہ ہم خیر اور شر، ظلم اور انصاف میں تمیز کرتے ہیں۔ انسان کے سوا کسی بھی مخلوق کے اندر یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی ۔۔۔ مگر انسان ہی کی دنیا وہ دنیا ہے، جہاں اس احساس کو سب سے زیادہ پامال کیا جا رہا ہے۔ انسان اپنے ابنائے نوع پر ظلم کرتا ہے، وہ اس کو لوٹتا ہے، اس کو قتل کرتا ہے اور طرح طرح سے اس کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ حالانکہ جانوروں تک کا یہ حال ہے۔ کہ وہ اپنی نوع کے ساتھ سفاکی نہیں کرتے۔ بھیڑیئے اور شیر اپنی نوع کے لئے بھیڑیئے اور شیر نہیں ہیں۔ مگر انسان خود انسان کیلئے بھیڑیا بنا ہوا ہے۔ بیشک انسانی تاریخ میں حق شناسی کی چنگاریاں بھی ملتی ہیں۔ اور وہ بہت قابل قدر ہیں۔ مگر اس کا بڑا حصہ حق تلفی کی روداد سے بھرا ہوا ہے۔ مورخ کو بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا ضمیر جو کچھ چاہتا ہے، دنیا کے واقعی حالات اس کے خلاف ہیں۔ یہاں میں چند اقوال نقل کروں گا:

والٹیر:- انسانی تاریخ محض جرائم اور مصائب کی ایک تصویر ہے[1]

ہربرٹ اسپنسر:- تاریخ محض بے فائدہ گپ ہے۔

نپولین:- تاریخ تمام کی تمام لایعنی قصے کا نام ہے۔

---

1. STORY OF PHILOSOPHY BY WILL DURANT P. 220

اڈورڈگبن :۔ انسانیت کی تاریخ جرائم، حماقت اور بدقسمتی کے رجسٹر سے کچھ ہی زیادہ ہے۔
ہیگل :۔ پبلک اور حکومت نے تاریخ کے مطالعہ سے جو واحد چیز سیکھی ہے۔ وہ صرف یہ کہ انہوں نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا۔

WESTERN CIVILISATION BY EDWARD MCNALL BURNS. P. 871

کیا انسانیت کا یہ عظیم الشان ڈرامہ اسی لئے کھیلا گیا تھا کہ وہ اس طرح کی ایک ہولناک کہانی وجود میں لاکر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ہماری فطرت جواب دیتی ہے کہ نہیں۔ انسان کے اندر عدل و انصاف کا احساس تقاضا کرتا ہے، کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسا ہونا چاہئے۔ ایک دن ایسا آنا ضروری ہے، جب حق اور ناحق الگ ہو۔ ظالم کو اس کے ظلم کا اور مظلوم کو اس کی مظلومیت کا بدلہ ملے۔ یہ ایک ایسی طلب ہے جس کو اسی طرح تاریخ سے الگ نہیں کیا جا سکتا جس طرح اسے انسان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

فطرت اور واقعہ کا یہ تضاد بتاتا ہے، کہ اس خلاء کو لازماً پر ہونا چاہئے۔ جو کچھ ہو رہا ہے، اور جو کچھ ہونا چاہئے، دونوں کا فرق ثابت کرتا ہے، کہ ابھی زندگی کے ظہور کا کوئی اور اسٹیج باقی ہے۔ یہ خلا پکار رہا ہے کہ ایک وقت ایسا ہونا چاہئے جب دنیا کی تکمیل ہو، مجھے حیرت ہے کہ لوگ ہارڈی کے فلسفہ پر ایمان لاکر دنیا کو ظلم اور بے رحمی کی جگہ سمجھنے لگتے ہیں۔ مگر یہی ظالمانہ صورت حال انہیں اس یقین کی طرف نہیں لے جاتی کہ جو کچھ آج موجود نہیں ہے، مگر عقل جس کا تقاضا کرتی ہے، اسے کل وقوع میں آنا چاہئے۔

"قیامت نہ ہو تو ان شیاطین کا سر کون توڑے" ——— یہ فقرہ اکثر ایک دردناک آہ کیساتھ اس وقت میری زبان سے نکل جاتا ہے۔ جب میں اخبار پڑھتا ہوں، اخبار گویا دنیا کے روزانہ حالات کی ایک تصویر ہے۔ مگر اخبار میں دنیا کے حالات کے بارے میں کیا بتاتے ہیں۔ وہ اغوا اور قتل کی خبریں دیتے ہیں، چوری اور الزام تراشی کی داستانیں سناتے ہیں۔ سیاسی تجارت اور تاجرانہ سیاست کے جھوٹے پروپیگنڈے ہمارے دماغوں میں بھرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ فلاں حکمران نے اپنے ماتحت کمزوروں کو دبالیا، فلاں قوم نے قومی مفاد کے لئے فلاں علاقے پر قبضہ کر لیا۔ غرض اخبار، درویش اور سلطان کی خباثیوں کی داستان کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور مستقبل قریب میں ہندوستان میں ہونے والے حادثات خاص طور پر سبل پور، کلکتہ، جمشید پور اور راوڑ کیلا کی قتل و غارتگری کے بعد تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں کسی بھی قابل قیاس یا ناقابل قیاس بدترین برائی کو ناممکن نہیں سمجھنا چاہئے۔ ایک قوم

سیکولرزم، جمہوریت اور اشتراکی علم بردار بن کر وحشیانہ فرقہ واریت، سفاکانہ آمریت اور بدترین تشدد کا ارتکاب کر سکتی ہے۔ ایک لیڈر جس کو محسن انسانیت اور پیغمبر امن و امان کا خطاب دیا گیا ہو، عین اس کے اقتدار میں انسانیت کے اوپر ایسے شرمناک مظالم کئے جا سکتے ہیں جن سے چیتے اور بھیڑیے اور جنگلی سور بھی پناہ مانگیں۔ حتیٰ کہ نشر و اشاعت کے اس دور میں یہ بھی ممکن ہے، کہ دنیا کے ایک بہت بڑے ملک میں بہت بڑے پیمانے پر کھلم کھلا ایک گروہ کو لوٹنے، جلانے اور قتل کرنے کے انتہائی بھیانک واقعات نہایت منظم طریقے پر ہوں اور مہینوں اور سالوں ہوتے رہیں۔ مگر اس کے باوجود دنیا کا پریس ان سے بے خبر ہو اور تاریخ کے صفحات سے وہ اس طرح گم ہو جائیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں ——— کیا یہ دنیا اسی لئے بنائی گئی تھی کہ مکاری، شیطنت درندگی اور ڈاکہ زنی کے ان ہولناک ڈراموں کا بس ایک اسٹیج بن کر رہ جائے۔ اور اس کے بعد نہ ظالم کے لئے کچھ ہو اور نہ مظلوم کے لئے کچھ ——— حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسی دنیا خود اپنے سارے وجود کے ساتھ اس بات کا اعلان ہے کہ وہ نامکمل ہے اور اس کا نامکمل ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک وقت آنا چاہئے جب وہ مکمل کی جائے۔

اس بات کو ایک اور پہلو سے دیکھئے۔ قدیم ترین زمانے سے انسان کے سامنے یہ مسئلہ رہا ہے کہ لوگوں کو حق و صداقت کی راہ پر کیسے قائم رکھا جائے۔ اگر اس مقصد کے لئے تمام افراد کے مقابلے میں کچھ لوگوں کو سیاسی اختیار دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ ان کے ماتحت ان کی گرفت کے خوف سے زیادتیاں نہ کریں۔ مگر اس تدبیر میں خود ان صاحب اختیار افراد کو عدل پر قائم رکھنے کا کوئی محرک موجود نہیں ہے۔ اگر اس مقصد کے لئے قانون بنایا جائے اور پولیس کا محکمہ قائم ہو تو ان مقامات اور مواقع پر آدمی کو کون کنٹرول کرے جہاں پولیس اور قانون نہیں پہنچتے اور نہیں پہنچ سکتے۔ اگر اپیل اور پروپیگنڈے کی مہم چلائی جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ محض کسی کی اپیل کی بنا پر کوئی شخص اپنے ملتے ہوئے فائدے کو کیوں چھوڑ دے گا۔ دنیا کی سزا کا خوف بدعنوانیوں کو ہرگز روک نہیں سکتا۔ کیونکہ ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے کہ جھوٹ، رشوت، سفارش، اثر و رسوخ کا ناجائز استعمال، اور اسی قسم کے دوسرے بہت سے ذرائع موجود ہیں جو سزا کے ہر امکان کو یقینی طور پر ختم کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا محرک ہی بدعنوانیوں کو روک سکتا ہے [illegible] جو ہر انسان کے اپنے ارادے میں شامل ہو جائے۔ [illegible] ہو سکتا۔ اور یہ بات صرف آخرت کے تصور میں ممکن ہے۔ آخرت کے نظریے میں ایک ایسا محرک موجود ہے جو بدعنوانیوں سے بچنے کے مسئلے کو ہر شخص کا اپنا مسئلہ بنا دیتا ہے۔ وہ ہر شخص کے لئے یکساں اہمیت

رکھتا ہے، خواہ وہ ماتحت ہو یا افسر، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں۔ ہر شخص یہ سوچنے لگتا ہے کہ اسے خدا کے یہاں جانا ہے۔ اور ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس سے تاز ما باز پرس کرے گا۔ مذہبی عقیدے کی اسی اہمیت کی بنا پر سترھویں صدی کے آخر کے ایک نامور جج میتھو ہیل (MATHEW HALOS) نے کہا ہے ؛

"یہ کہنا کہ مذہب ایک فریب ہے، ان تمام ذمہ داریوں کو پابندیوں کو منسوخ کرنا ہے جس سے سماجی نظم کو برقرار رکھا جاتا ہے۔" RELIGION WITHOUT REVELATION, P 115

نظریۂ آخرت کا یہ پہلو کتنا اہم ہے، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بہت سے لوگ جو خدا پر یقین نہیں رکھتے، جو اس بات کو بطور ایک حقیقتِ واقعہ نہیں مانتے کہ کوئی فیصلہ کا دن آنے والا ہے، وہ بھی تاریخ کے تجربے کی بنا پر یہ ماننے پر مجبور ہوئے ہیں کہ اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے جو انسان کو قابو میں رکھ سکتی ہو اور ہر حال میں اس کو عدل و انصاف کی روش پر قائم رہنے کے لئے مجبور کر سکے، مشہور جرمن فلسفی کانٹ نے خدا کے تصور کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے، کہ اس کی موجودگی کا کوئی تسلی بخش ثبوت ہم کو نہیں ملتا۔ اس کے نزدیک نظری معقولیت تو یقیناً مذہب کے حق میں نہیں ہے۔ مگر اخلاقی پہلو سے مذہب کی عملی معقولیت (PRACTICAL REASON) کو وہ تسلیم کرتا ہے۔ والٹیر (VOLTAIRE) کسی مابعد الطبیعی حقیقت کو نہیں مانتا۔ مگر اس کے نزدیک ؛

"خدا اور دوسری زندگی کے تصور کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔ کہ وہ اخلاقیات کے لئے مفروضے (POSTULATES OF THE MORAL FEELING) کا کام دیتے ہیں۔ اس کے نزدیک صرف اسی کے ذریعہ سے بہتر اخلاق کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔ اگر یہ عقیدہ ختم ہو جائے تو حسن عمل کے لئے کوئی محرک باقی نہیں رہتا۔ اور اس طرح سماجی نظم کا برقرار رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔"

HISTORY OF PHILOSOPHY BY WINDELBAND, P. 496

جو لوگ آخرت کو ایک فرضی تصور کہتے ہیں، ان کو سوچنا چاہیئے کہ آخرت اگر فرضی ہے تو ہمارے لئے اس قدر ضروری کیوں ہے۔ کیوں ایسا ہے کہ اس کے بغیر ہم صحیح معنوں میں کوئی سماجی نظام بنا ہی نہیں سکتے۔ انسانی ذہن سے اس تصور کو نکالنے کے بعد کیوں ہماری ساری زندگی ابتر ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی فرضی چیز زندگی کے لئے اس قدر ناگزیر ہو سکتی ہے۔ کیا اس کائنات میں ایسی کوئی مثال پائی جاتی ہے کہ ایک چیز حقیقت میں موجود نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود وہ اس قدر حقیقی بن جائے۔ زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، مگر اس کے باوجود وہ زندگی سے اتنی متعلق نظر آئے۔ زندگی کی صحیح اور منصفانہ تنظیم کے لئے آخرت

کے تصور کا اس قدر ضروری ہونا خود یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ آخرت اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ تصورِ آخرت کے حق میں استدلال کا یہ ایک ایسا پہلو ہے جو اس نظریے کو لیبارٹری ٹسٹ کے معیار پر صحیح ثابت کر رہا ہے۔

اب ایک اور پہلو سے دیکھئے جس کو میں "کائناتی تقاضا" کہتا ہوں۔ اس کے پہلے میں نے کائنات میں خدا کے وجود پر بحث کی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عین علمی اور عقلی مطالعہ ہی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس کائنات کا ایک خدا مانیں۔ اب اگر اس دنیا کا کوئی خدا ہے تو یقیناً بندوں کے ساتھ اس کے تعلق کو ظاہر ہونا چاہیئے۔ یہ کب ظاہر ہوگا۔ جہاں تک موجودہ دنیا کا معاملہ ہے، یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آج یہ تعلق ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔ آج جو شخص خدا کا منکر ہے۔ اور کھلے عام یہ اعلان کرتا ہے، کہ "میں خدا سے نہیں ڈرتا" اس کو لیڈری اور حکومت حاصل ہو جاتی ہے، اس کے برعکس جو خدا کے بندے خدا کا کام کرنے کے لئے اٹھتے ہیں، ان کی سرگرمیوں کو وقت کا اقتدار غیر قانونی قرار دے دیتا ہے۔ جو لوگ خدا کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ہمارا راکٹ چاند تک گیا اور راستہ میں اس کو کہیں خدا نہیں ملا" ان کے نظریات کو پھیلانے کے لئے بے شمار ادارے کام کر رہے ہیں اور پورے پورے ملکوں کے ذرائع و وسائل ان کی خدمت کے لئے وقف ہیں۔ اور جو لوگ خدا اور مذہب کی بات پیش کر رہے ہیں۔ ان کو تمام ماہرین اور علمائے وقت رجعت پسند اور ماضی کے اندھیرے میں بھٹکنے والا کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ قومیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ انقلابات آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، سورج نکلتا ہے اور ڈوب جاتا ہے۔ مگر خدا کی خدائی کا کہیں ظہور نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں سوال یہ ہے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہم خدا کو مانتے ہیں تو ہمیں آخرت کو بھی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ خدا اور بندوں کا تعلق ظاہر ہونے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔

ڈارون اس دنیا کا ایک خالق CREATOR تسلیم کرتا ہے۔ مگر اس نے زندگی کی جو تشریح کی ہے، اس کے اندر خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا اور نہ کائنات کے کسی ایسے انجام کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ جہاں یہ تعلق ظاہر ہو سکے مجھے نہیں معلوم کہ ڈارون اپنے حیاتیاتی نقطۂ نظر کے اس خلا کو کیسے پُر کرے گا۔ مگر میری عقل کو یہ بات نہایت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اس کائنات کا ایک خدا تو ہو مگر دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، اور بندوں کے مقابلے میں اس کی محض بالکل نہ حیثیت ہے، وہ کبھی سامنے نہ آئے۔ اتنی بڑی کائنات پیدا ہو کر ختم ہو جائے اور یہ ظاہر نہ ہو کہ اس کے وجود میں آنے کا مقصد کیا تھا، اور جس نے اسے بنایا تھا وہ کس قسم کی صفات رکھنے والی ہستی تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر معقولیت کے ساتھ غور کیا جائے گا تو دل پکار اٹھے گا کہ بیشک آخرت آنے والی ہے۔ بلکہ وہ آپ کو بالکل آتی ہوئی نظر آئے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ حاملہ کے پیٹ میں جس طرح اس کا حمل باہر آنے کے لئے بیتاب ہو اسی طرح وہ کائنات کے اندر بوجھل ہو رہی ہے اور قریب ہے کہ کسی بھی صبح و شام وہ انسانوں کے اوپر پھٹ پڑے:

يسئلونك عن الساعة ايان	یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کہاں ہے قیامت کہ اس
مرسٰها قل انما علمها عند ربی	کا علم تو صرف خدا کو ہے۔ وہی اپنے وقت پر
لا يجليها لوقتها الا هو ثقلت	اسکو ظاہر کرے گا۔ وہ زمین و آسمان میں بوجھل
فی السموات والارض لا تاتيكم الا بغتة	ہو رہی ہے۔ وہ بالکل اچانک تم پر آپڑے گی۔

(اعراف۔ ۱۸۷)

امام اعظمؒ اور علم الحدیث

مؤلفہ: حضرت مولانا محمد علی صاحب صدیقی کاندھلوی دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ

عنوانات ۲۸۸ — صفحات ۸۷۰ — سائز ۲۰×۲۶/۸

کاغذ سفید اعلیٰ — طباعت بہترین — گردپوش دیدہ زیب

قیمت پندرہ روپیہ

★ امام ابوحنیفہ کی محدثانہ شخصیت کا تجزیہ ★

★ اصول و قوانین کی تدوین اور حدیث کی تاریخ میں آپکا مقام
★ زمانہ طلب علم سے لیکر امام اعظم ہونے تک کی کہانی
★ حدیث میں آپ کے اساتذہ اور تلامذہ کی داستان
★ علم جرح و تعدیل میں آپکی استدلالی شخصیت
★ حدیث میں آپکے تالیفی کارنامے اور اسکا تاریخی پس منظر
★ ایک عظیم مجتہد کی محدثانہ نفسیات کا اظہار
★ محدثین، فقہاء اور متکلمین کیلئے روایت و درایت کا سنگم
★ محدثین سے آپ کا علمی رشتہ۔

یہ اور اس کے دوسرے مسائل پر کم و بیش تین سو کتابوں کی مدد سے محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے

شائع کنندہ:۔ ناظم اعلیٰ انجمن دار العلوم الشہابیہ رجسٹرڈ شاہراہ نگپورہ شہر سیالکوٹ